حقیقت ایمان سے متعلق مختلف کلامی فرق کی آراء کا تحقیقی جائزہ

An Analytical Analysis of the Diverse Theological Views on the Nature of Iman (Faith)

Ahsan Mahmood
Lecturer Islamic Studies, Federal Medical College, Islamabad:
Ahsanmahmood893@gmail.com

Tauqir ul Zaman
PhD Scholar, Dept. of Islamic Studies, University of Education, Lahore:
tauqirulzaman@gmail.com

Shahid Mahmood
PhD Scholar, Dept. of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore:
hafizshahidmahmood99@gmail.com

Abstract:
The term "Iman" is used for faith, belief, and creed. This term has initiated extensive scholarly discussions in the Islamic tradition, resulting in a range of perspectives among theologians. This article provides a comprehensive analytical analysis of the various theological views concerning the nature of Iman. First of all Muhaddithin's (Hadith Experts) view is discussed in the light of Sahih Bukhari. According to Muhaddithin Iman is comprised of heartfelt acknowledgment, verbal declaration, and implementation of beliefs through one's actions and it increases and decreases. They also consider acts are integral parts of Iman. According to Mutakalimeen Ashaaira and Imam Abu Hanifa Iman is Tasdeeq, (affirmation and confirmation) only and acts are not integral components of Iman. The article further explores other theological views about the nature of Iman including those of the Khwaarij, Mutazilla, Murjiah, Jahmiyah, and Karamaia. The majority of theologians agree that Iman comprises belief (Tasdeeq), acknowledgment (Iqrar), and the practical implementation of faith through righteous actions (Amal); and consider these components essential, but there exists a divergence of opinion regarding their relative importance and significance.

Keywords: *Iman, Muhaddithin, Mutakallimeen, Ashaaira, Murjia, Jahmiyah, Mutazilla, Karaamia*

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایمان کے متعلق کوئی پیچیدہ مباحث نہ تھے بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمائی ہوئی باتوں پر یقین کرنا اور احکامات پر عمل کرنے کا نام ایمان تھا۔ لیکن خیر القرون کے بعد ایمان کی حقیقت ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بن گیا اور متعدد اختلافی مباحث بھی در آئے۔ مثال کے طور پر ایمان کیا چیز ہے؟ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ کیا تصدیق قلبی کے ساتھ اقرار باللسان ضروری ہے یا نہیں؟ اعمال کی ایمان میں کیا حیثیت ہے کیا عمل ایمان کا جز ہیں یا اضافی چیز؟ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو کیفیت کے لحاظ سے ہوتا ہے یا کمیت کے لحاظ سے؟ کیا ایمان تقلیداً ہوتا ہے یا اجتہاداً؟ وغیرہ۔ یہ اتنے بڑے مسائل تھے کہ ان سے کسی کو بھی مفر حاصل نہیں تھا اور انھی مسائل کی وجہ سے متعدد فرقوں جہمیہ، کرامیہ اور مرجئیہ وغیرہ کا ظہور ہوا۔ ذیل میں ایمان سے متعلقہ مختلف کلامی فکر کی مباحث کو بیان کیا گیا ہے۔

ایمان کے لغوی معانی:

ایمان کا مصدر آمن یؤمن إیمانًا فهو مؤمن[1] سے ہے۔

علامہ راغب اصفہانی کے نزدیک ایمان کی اصل امن سے ہے جس کا معنی نفس کا مطمئن ہونا اور خوف کا زائل ہونا ہے۔ امن، امانت اور امان اصل میں مصدر ہیں۔ امان انسان کی حالت امن کو کہتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"أصل الأمْن: طمأنينة النفس وزوال الخوف، والأمْنُ والأمانَةُ والأمانُ في الأصل مصادر، ويجعل الأمان تارة اسما للحالة التي يكون عليها الإنسان في الأمن"[2]

ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

---

[1] ہروی، محمد بن احمد، تہذیب اللغۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۱ء، ج۱۵، ص، ۲۶۷

Harawi, Muhammad bin Ahmad, Tahzib al-Lughah, Dar Ihya al-Turath al-Arabi, Beirut, 2001, Vol. 15, p. 267

[2] راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، بیروت، ۱۴۱۲ھ، ص، ۹۰

Raghib Isfahani, Hussein bin Muhammad, Al-Mufradat fi Ghareeb al-Quran, Dar al-Qalam, Beirut, 1412 H, p. 90

"فإن اشتقاقه من الأمن الذي هو القرار والطمأنينة، وذلك إنما يحصل إذا استقر في القلب التصديق والانقياد"[3]

ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"وَالْإِيمَانُ لُغَةً التَّصْدِيقُ وَشَرْعًا تَصْدِيقُ الرَّسُولِ فِيمَا جَاءَ بِهِ عَنْ رَبِّهِ"[4]

"یعنی ایمان لغت میں تصدیق کے معنی میں ہے اور شریعت میں ایمان کے معنی یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ جو کچھ بھی اپنے رب کی طرف سے لے کر آئے ہیں ان کی تصدیق کرنا۔"

مولانا ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

"ایمان کے معنی لغت میں تصدیق کرنے کے ہیں یعنی کسی قائل کو سچا سمجھ کر اس کی بات پر یقین کرنا اس کو قبول کرنا اور ماننا۔"[5]

اکثر علماء کی نزدیک ایمان لغوی طور پر تصدیق کے معانی میں ہے۔ یعنی خبر دینے والے کی بات کا یقین کر لینا اور اس کو قبول کر لینا اور اس کو سچا قرار دینا۔ جیسا کہ شرح العقائد میں ہے:

"والإيمانُ في اللُّغَةِ التَّصْدِيقُ، أيْ إذْعانُ حُكْمِ المُخْبِرِ وقَبُولُهُ وجَعْلُهُ صادِقًا، وهو إفْعالٌ مِنَ الأمْنِ، كَأنَّ حَقِيقَةَ آمَنَ بِهِ، آمَنَهُ التَّكْذِيبَ والمُخالَفَةَ، ويَتَعَدّى بِاللّامِ كَما في قَوْلِهِ تَعالى (وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ)"[6]

---

[3] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، الحرس الوطنی السعودی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ص:۵۱۹

Ibn Taymiyyah, Ahmad bin Abdul-Haleem, Al-Sarim al-Maslul 'ala Shatim al-Rasool, Saudi National Guard, Kingdom of Saudi Arabia, p. 519

[4] فتح الباری، ج،۱ص:۴۶

Fath al-Bari, Vol. 1, p. 46

[5] کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، عقائد اسلام، مکتبہ یادگار شیخ اردو بازار، لاہور، ۱۴۲۱ھ، ص:۱۸۷

Kandhlawi, Muhammad Idris, Maulana, Aqaid-e-Islam, Maktaba Yadgar Shaikh Urdu Bazaar, Lahore, 1421 H, p. 187

[6] مولانا اکرام الحق، توضیح العقائد فی حل شرح العقائد، ناشر جامعہ عمر بن خطاب، ملتان، ۱۴۳۴ھ، ص، ۴۰۰

Maulana Akram al-Haq, Tawdih al-Aqaid fi Hall Sharh al-Aqaid, Publisher Jamia Umar bin Khattab, Multan, 1434 H, p. 400.

"ایمان لغوی طور پر تصدیق کے معانی میں ہے۔ یعنی خبر دینے والے کی بات کا یقین کر لینا اور اس کو قبول کر لینا اور اس کو سچا قرار دینا۔ افعال (کا مصدر ہے اور) امن سے ماخوذ ہے اور امن بہ کی حقیقت اس کو تکذیب اور مخالفت سے مامون کر دیا۔"

ایمان "لام" کے ذریعے بھی متعدی ہوتا ہے جیسے برادران یوسف نے اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے کہا تھا کہ:

"وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لِّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ"[7]

"اور آپ ہماری بات کی تصدیق نہیں کریں گے چاہے ہم سچے ہوں۔"

اور کبھی ایمان بواسطہ "باء" کے ساتھ بھی متعدی ہوتا ہے جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام کا فرمان ہے:

"الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ"[8]

"یعنی ایمان تو یہ ہے کہ 'تو تصدیق کرے'۔"

اکثر علماء کے نزدیک ایمان لغوی طور پر تصدیق کے معانی میں ہے۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک ایمان کا لغوی معنی "اقرار کرنا"، "تصدیق کرنے" سے زیادہ راجح ہے۔

جیسا کہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ:

"فكان تفسيره أي الإيمان بلفظ الإقرار؛ أقرب من تفسيره بلفظ التصديق، مع أن بينهما فرقا"[9]

اور ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ لغت میں لفظ ایمان تکذیب کے مقابل کہیں بھی استعمال نہیں ہوا جس طرح لفظ تصدیق ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ ہر خبر دینے والے کو یا تو کہا جاتا ہے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو نے جھوٹ کہا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہم نے تصدیق کی یا ہم نے جھٹلایا۔ لیکن ہر خبر دینے والے کو یہ نہیں کہا جاتا کہ ہم ایمان لے کر آئے یا ہم

---

[7] سورۃ یوسف:۱۷

Surah Yusuf: 17

[8] بخاری، حدیث:۵

Bukhari, Hadith: 5

[9] مجموع الفتاوی، ج،۷، ص:۲۹۱

Majmoo al-Fatawa, Vol. 7, p. 291

نے جھٹلایا۔ اور نہ ہی خبر کے ملنے پر یہ کہا جاتا ہے کہ تو اس پر ایمان رکھنے والا ہے یا جھٹلانے والا ہے بلکہ ایمان کے مقابلے میں جو معروف لفظ ہے وہ کفر ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ وہ کافر ہے یا مومن۔ اور کفر کو تکذیب کے ساتھ خاص نہیں کیا جاتا۔

مجموع الفتاویٰ میں لکھتے ہیں:

"إن لفظ الإيمان في اللغة لم يقابل بالتكذيب؛ كلفظ التصديق؛ فإنه من المعلوم في اللغة أن كل مخبر يقال له: صدقت، أو كذبت، ويقال: صدقناه، أو كذبناه، ولا يقال: لكل مخبر: آمنا له، أو كذبناه. ولا يقال: أنت مؤمن له، أو مكذب له؛ بل المعروف في مقابلة الإيمان لفظ الكفر، يقال: هو مؤمن أو كافر، والكفر لا يختص بالتكذيب"[10]

اسی طرح ابن عثیمینؒ لکھتے ہیں:

"أكثر أهل العلم يقولون: إن الإيمان في اللغة: التصديق، ولكن في هذا نظر! لأن الكلمة إذا كانت بمعنى الكلمة؛ فإنها تتعدى بتعديها، ومعلوم أن التصديق يتعدى بنفسه، والإيمان لا يتعدى بنفسه؛ فنقول مثلاً: صدقته، ولا تقول آمنته! بل تقول: آمنت به، أو آمنت له--- فإن (آمنت) تدل على طمأنينة بخبره أكثر من (صدقت). ولهذا؛ لو فسر (الإيمان) بـ(الإقرار) لكان أجودفنقول: الإيمان: الإقرار، ولا إقرار إلا بتصديق"[11]

"لفظ 'الایمان' اکثر علماء کے نزدیک لغت میں تصدیق سے عبارت ہے۔ مگر ان کا یہ قول محل نظر ہے۔ یہ اس لیے کہ تصدیق متعدی بنفسہ ہوتا ہے جبکہ ایمان متعدی بنفسہ نہیں ہوتا۔ مثلاً آپ 'صدقته' ہو کہہ سکتے ہیں مگر 'آمنته' نہیں کہہ سکتے بلکہ آپ کہیں گے آمنت به یا

---

[10] مجموع الفتاویٰ، ج،۷، ص،۲۹۷

Majmoo al-Fatawa, Vol. 7, p. 297

[11] ابن عثیمین، محمد بن صالح، شرح العقیدۃ الواسطیہ، دار ابن جوزی، ۱۴۲۱ھ، ج،۲، ص،۲۳۰

Ibn Uthaymeen, Muhammad bin Saleh, Sharh al-Aqeedah al-Wasitiyyah, Dar Ibn Jawzi, 1421 H, Vol. 2, p. 230

آمنت له۔اور لفظ آمنت لفظ صدقت سے زیادہ طمانیت کا فائدہ دیتا ہے۔لہٰذا اگر ایمان کی تفسیر اقرار سے کی جائے تو یہ زیادہ مناسب ہے۔اس بنا پر ہم کہیں گے کہ ایمان اقرار سے عبارت ہے اور تصدیق کے بغیر اقرار نہیں ہوتا۔"

درج بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لغوی طور پر ایمان کی متعدد تعریفات کی گئی ہیں بعض کے نزدیک تصدیق، بعض کے نزدیک طمانیت وانقیاد اور بعض کے نزدیک اقرار ہے۔عبدالرزاق البدر لکھتے ہیں:

"وقد عرف الإيمان بعدة تعريفات: فقيل: هو التصديق، وقيل: هو الثقة، وقيل: هو الطمأنينة، وقيل: هو الإقرار"[12]

ایمان کی شرعی تعریف اور امام بخاریؒ:

ایمان کی شرعی تعریف درحقیقت ارکان ایمان پر مشتمل ہے۔اور یہ محدثین اور متکلمین کہ درمیان ایک مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے۔سب سے پہلے ہم محدثین کے نزدیک ایمان کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

امام بخاریؒ کتاب الایمان کے پہلے ترجمۃ الباب میں ایمان کی تعریف کے متعلق لکھتے ہیں۔

"بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ» وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ، وَيَزِيدُ وَيَنْقُصُ"[13]

"یہ باب ہے آپ ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔اور ایمان قول اور فعل کو کہتے ہیں اور یہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔"

---

[12] عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر، زیادۃ الایمان ونقصانہ، مکتبۃ دارالقلم والکتاب، ریاض، ۱۴۱۶ھ، ص:۱۷

Abdul Razzaq bin Abdul Mohsen Al-Badr, "Ziyadat al-Iman wa Nuqsanuh," Maktabat Dar al-Qalam wal-Kitab, Riyadh, 1416 H, p. 17.

[13] بخاری، ج،۱، ص،۱۰

BukhariVol.1,p.70

امام بخاریؒ نے کتاب کے آغاز میں ہی ایمان کی جامع تعریف بیان فرمائی ہے کہ ایمان قول اور فعل کا نام ہے اور یہ کمی بھی قبول کرتا ہے اور زیادتی بھی۔ ایمان کی یہی تعریف جمہور محدثین سے روایت ہے۔ تعریف سے پہلے آپؒ نے حدیث کہ یہ الفاظ نقل کیے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے وہ اس لیے کہ محدثین کہ نزدیک ایمان اور اسلام اگر جدا جدا استعمال ہوں تو یہ ایک دوسرے کے مترادف ہوتے ہیں۔ اسلام سے مراد امام بخاریؒ نے یہاں ایمان ہی کو لیا ہے۔ ایمان اور اسلام باہم مترادف استعمال ہوئے ہیں۔ اس کی وضاحت کئی ایک شارحین حدیث نے کی ہے۔

امام بخاریؒ کے قول و فعل والے جملے سے یہ ابہام ہوتا ہے کہ کیا ایمان کے صرف دو ہی ارکان ہے زبان سے اقرار اور اعمال بالجوارح۔ حالانکہ محدثین کے نزدیک ایمان کی تعریف میں تصدیق بالقلب بھی شامل ہے تو اس کی وضاحت متعدد شارحین حدیث نے کی ہے کہ ''هو قول و فعل'' تینوں چیزوں کو متضمن ہے۔ فتح الباری میں ہے کہ قول کے سے مراد شہادتین کا اقرار جب کہ فعل عام ہے جو عمل قلب اور عمل جوارح دونوں کو متضمن ہے جو سلف کی ایمان کی تعبیر کے موافق ہے کہ ایمان قول باللسان، تصدیق بالقلب اور عمل بالجوارح کا نام ہے۔

ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

''فَأَمَّا الْقَوْلُ فَالْمُرَادُ بِهِ النُّطْقُ بِالشَّهَادَتَيْنِ وَأَمَّا الْعَمَلُ فَالْمُرَادُ بِهِ مَا هُوَ أَعَمُّ مِنْ عَمَلِ الْقَلْبِ وَالْجَوَارِحِ لِيَدْخُلَ الِاعْتِقَادُ وَالْعِبَادَاتُ۔۔ فَالسَّلَفُ قَالُوا هُوَ اعْتِقَادٌ بِالْقَلْبِ وَنُطْقٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ''[14]

الکواکب الدراری میں ہے:

''فإن قلت هو قول وفعل واعتقاد بالقلب بل الاعتقاد بالقلب هو الأصل فلم لم يذكره. قلت لا نزاع في أن الاعتقاد لابد منه والبحث في أن القول باللسان والفعل بالجوارح هل هما منه أم لا فلذلك ذكر ما هو المتنازع فيه أو نقول

---

[14] فتح الباری۔ ج ۱، ص:۴۶

Fath-ul-Bari Vol.1,p.46

الفعل أعم من فعل الجوارح فيتناول فعل القلب لكنه يتوجه حينئذٍ أن يقال فلا حاجة إلى ذكر القول لأنه فعل اللسان"[15]

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تصدیق بالقلب کا ذکر اس لیے امام بخاریؒ نے نہیں کیا کیونکہ تصدیق بالقلب تو سب کے نزدیک مسلم ہے اس بارے میں کوئی نزاع نہیں اس لیے اس کا ذکر چھوڑ دیا اور قول باللسان اور فعل بالاعضاء والجوارح کا ذکر کیا۔ اور فعل عام اس میں فعل قلب اور فعل جوارح دونوں کو شامل ہے تو یہ تصدیق بالقلب ہی کی طرف اشارہ ہے۔

ابن تیمیہؒ "قول و عمل" کی تشریح میں کہتے ہیں کہ اقرار باللسان سے پہلے دل کی معرفت اور تصدیق ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"أجمع السلف أن الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص، ومعنى ذلك: أنه قول القلب وعمل القلب، ثم قول اللسان وعمل الجوارح"[16]

"سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے، کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ قول سے مراد قول القلب اور عمل القلب، پھر قول لسان اور عمل اعضاء ہے۔"

کشف الباری میں ہے:

"امام بخاریؒ نے 'و هو قول و فعل' فرمایا ہے اور ھو کی ضمیر اسلام کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ وہ اقرب ہے اس صورت میں سوال پیدا ہو گا کہ ایمان کی ترکیب ثابت کرنا چاہ رہے ہیں لیکن اسلام کی ترکیب ثابت ہو رہی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کہ نزدیک

---

[15] الکرمانی، محمد بن یوسف، شمس الدین، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ، ج،۱، ص،۷۰

Karamani, Muhammad bin Yusuf, Shams al-Din, Al-Kawakib al-Durari fi Sharh Sahih al-Bukhari, Dar Ihya al-Turath al-Arabi, Beirut, 1401 H, Vol. 1, p. 7

[16] مجموع الفتاوی: ج،۷، ص،۶۷۲

Majmoo al-Fatawa, Vol. 7, p. 672

ایمان اور اسلام مترادف ہیں۔ لہٰذا اسلام کی ترکیب سے ایمان کی ترکیب ثابت ہو جائے گی۔"[17]

انعام الباری میں ہے کہ یہاں پر قول اور فعل دو چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ تصدیق قلبی کا بظاہر ذکر نہیں ہے، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک صرف قول یعنی اقرار باللسان اور افعال و اعمال ایمان کا جزو ہیں اور تصدیق قلبی ایمان کا جزو نہیں۔ اس اشکال کے جواب میں بعض حضرات نے فرمایا کہ "قول" سے اقرار باللسان کی طرف اشارہ ہے اور "فعل" عام ہے یعنی فعل قلب اور فعل جوارح دونوں کو شامل ہے۔ لہٰذا تصدیق فعل قلب اور فعل جوارح دونوں کو شامل ہے۔ گویا اس کا حاصل وہی ہو گیا جو حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ ایمان اقرار باللسان، تصدیق بالجنان اور عمل بالارکان کا نام ہے۔[18]

محدثین کے نزدیک ایمان کے تین جزو ہیں۔ اقرار باللسان، تصدیق بالقلب اور عمل بالجوارح۔ محدثین کے نزدیک متفقہ طور پر عمل، ایمان کا جزو ہے جبکہ متکلمین احناف کے نزدیک ایمان تصدیق کا نام ہے اور اقرار احکام شرعی کے اجرا کے لیے ہے۔ حنفیہ اور متکلمین کے نزدیک ایمان بسیط یعنی اس کے اجزا نہیں بلکہ تصدیق قلبی کا نام ہے۔

امام بخاریؒ کے علاوہ جن ائمہ متقدمین سے محدثین کی ایمان کی تعریف کے موافق منقول ہے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

---

[17] سلیم اللہ خان، مولانا، کشف الباری عما فی صحیح البخاری، مکتبہ فاروقیہ، کراچی، ۱۴۳۴ھ، ج، ۱، ص، ۶۰۹

Salim Allah Khan, Maulana, Kashf al-Bari 'Amma fi Sahih al-Bukhari, Maktaba Farooqiyya, Karachi, 1434 H, Vol. 1, p. 609

[18] تقی عثمانی، مفتی، انعام الباری، مکتبۃ الحراء، کراچی، ۱۴۲۶ھ، ج، ۱، ص، ۳۳۵

Taqi Usmani, Mufti, Inaam al-Bari, Maktabat al-Haraa, Karachi, 1426 H, Vol. 1, p. 335

"أجمع سبعون رجلًا من التابعين وأئمة المسلمين وفقهاء الأمصار على أن السنة التي توفي عليها رسول الله ﷺ.. فذكر أمورًا منها: الإيمان قول وعمل، يزيد بالطاعة، وينقص بالمعصية"[19]

''ستر اشخاص جن میں تابعین، ائمہ مسلمین اور شہروں کے فقہاء جن کی وفات سنت رسول ﷺ پر ہوئی ان کا جن باتوں پر اتفاق ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ: ایمان قول اور عمل کا نام ہے، طاعت کے ذریعے بڑھتا ہے اور معصیت سے کم ہوتا ہے۔''

امام بغوی ؒ لکھتے ہیں:

"اتَّفَقَتِ الصَّحابَةُ والتّابِعُونَ، فَمَن بَعْدَهُمْ مِن عُلَماءِ السُّنَّةِ عَلى أنَّ الأعْمالَ مِنَ الإيمانِ"[20]

''صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد علمائے سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اعمال، ایمان میں سے ہے۔''

ابن عبد البر ؒ لکھتے ہیں:

"أجْمَعَ أهْلُ الفِقْهِ والحَدِيثِ عَلى أنَّ الإيمانَ قَوْلٌ وعَمَلٌ ولا عَمَلَ إلّا بِنِيَّةٍ والإيمانُ عِنْدَهُمْ يَزِيدُ بِالطّاعَةِ ويَنْقُصُ بِالمَعْصِيَةِ والطّاعاتُ كُلُّها عِنْدَهُمْ إيمانٌ إلّا ما ذُكِرَ عَنْ أبِي حَنِيفَةَ وأصْحابِهِ فَإنَّهُمْ ذَهَبُوا إلى أنَّ الطّاعاتِ لا تُسَمّى إيمانًا قالُوا إنَّما الإيمانُ التَّصْدِيقُ والإقْرارُ"[21]

---

[19] ابن جوزی، عبد الرحمٰن بن علی، ابو الفرج، مناقب الامام احمد بن حنبل، دار ہجر، ۱۴۰۹ھ، ص، ۲۴۰

Ibn Jawzay, Abdul Rahman bin Ali, Abu al-Faraj, Manaqib al-Imam Ahmad bin Hanbal, Dar Hijr, 1409 H, p. 240

[20] بغوی، حسین بن مسعود، امام، شرح السنہ، المکتب الاسلامی، دمشق، ۱۴۰۳ھ، ج، ۱ص، ۳۸

Baghawi, Hussain bin Masood, Imam, Sharh al-Sunnah, Al-Maktab al-Islami, Damascus, 1403 H, Vol. 1, p. 38

[21] ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید، وزارۃ عموم الاوقاف والشوؤن الاسلامیۃ، المغرب، ۱۳۸۷ھ، ج، ۹، ص، ۲۳۸

"اہل الفقہ اور اہل الحدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور نیت کے بغیر عمل نہیں۔ طاعت کے ذریعے زیادہ ہوتا ہے اور معصیت سے کم ہوتا ہے اور تمام طاعات ان کے نزدیک ایمان میں سے ہیں۔ مگر ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے نزدیک طاعات ایمان میں سے نہیں بلکہ ایمان تصدیق اور اقرار کا نام ہے۔"

درج بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ محدثین کے نزدیک ایمان کے تین درج ذیل اجزا ہیں۔

۱۔ تصدیق بالقلب

۲۔ اقرار باللسان

۳۔ عمل بالجوارح

اشاعرہ اور ائمہ احناف کے نزدیک ایمان کی تعریف:

احناف کے نزدیک ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور عمل اس کا جزو نہیں۔ ایمان کے بارے میں ان کا موقف یہ ہے کہ ایمان بسیط ہے یعنی اجزاء نہیں ہے۔ اگر عمل کو ایمان کا جزو مان لیا جائے تو ایک جزو کے ختم ہونے سے کل ختم ہو جائے گا۔

علامہ جرجانی نے المواقف میں ایمان کی تعریف اس طرح کی ہے:

"التصديق للرسول فيما علم بمجيئه به ضرورة، تفصيلاً فيما عُلم تفصيلاً، وإجمالاً فيما عُلم إجمالاً، فهو في الشرع تصديق خاص"[22]

"ہر اس چیز کی تصدیق کرنا جس کے بارے میں قطعی طور پر معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ اس کو لے کر آئے ہیں۔ جس کے بارے میں آپ کا لانا اجمالی طور پر معلوم ہو اس پر اجمالی ایمان

Ibn Abdul Barr, Yusuf bin Abdullah, Al-Tamheed lima fi al-Muwatta min al-Ma'ani wal-Asaneed, Ministry of Endowments and Islamic Affairs, Morocco, 1387 H, Vol. 9, p. 238

[22] الجرجانی، المواقف، مطبعۃ السعادۃ، مصر، ۱۳۲۵ھ، ج۸، ص۳۲۲

Al-Jurjani, Al-Mawaqif, Matbaat al-Saadah, Egypt, 1325 H, Vol. 8, p. 322

کافی ہے اور جس کے بارے میں تفصیلی طور پر معلوم ہو اس پر تفصیلی ایمان ضروری ہے۔ اور شرع میں یہ تصدیق کے ساتھ خاص ہے۔"

شرح العقائد میں ہے:

"ان الايمان في الشرع هو التصديق بما جاء به من عند الله تعالي اي تصديق النبي بالقلب في جميع ما علم بي بالضرورة مجيئه به من عند الله تعالي"[23]

"ایمان شریعت میں اس چیز کی تصدیق ہے جسے رسول اللہ ﷺ اللہ سے لے کر آئے ہیں یعنی نبی کی (اجمالی) تصدیق قلبی ان تمام چیزوں میں جن کا من عند اللہ لے کر آنا یقینی طور پر مان لیا گیا ہو۔"

متقدمین محققین احناف اور متکلمین اشاعرہ کے مطابق ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے۔ جہاں تک اقرار باللسان کا معاملہ ہے تو وہ دنیوی احکام کے اجرا کے لیے ہے نہ کہ ایمان کے لیے شرط۔ لیکن متاخرین اشاعرہ میں سے امام الحرمین جوینی کے نزدیک ایمان دو چیزوں تصدیق قلبی اور اقرار باللسان سے عبارت ہے۔ یعنی ایمان کے لیے معرفت قلبی کے ساتھ زبان سے اقرار بھی لازم ہے۔ امام جوینی لکھتے ہیں کہ:

"والمؤمن على التحقيق مَن انطوى عقداً على المعرفة بصدق من أخبر عن صانع العالم وصفاته، وأنبيائه. فإن اعتر ف بلسانه بما عرف بجنانه فهو مؤمن ظاهراً وباطناً، وإن لم يعترف بلسانه معانداً لم ينفعه علم قلبه"[24]

"مومن وہ ہے جو دل کی تصدیق کے ساتھ ساتھ صانع عالم، اس کی صفات اور انبیاء کا زبان سے بھی اقرار کرے۔ اگر وہ دل کی تصدیق کے ساتھ ساتھ زبان سے اقرار بھی کرتا ہے تو پھر ہی وہ

---

[23] شرح المقاصد، اردو، ص، ۴۰۴

Sharh al-Maqasid, Urdu, p. 404

[24] جوینی، ابو المعالی عبد الملک، امام الحرمین، العقیدۃ النظامیۃ، (محقق: محمد زاہد کوثری)، مطبعۃ الانوار، ۱۳۶۷ھ، ص، ۶۲

Juwayni, Abu al-Ma'ali Abdul Malik, Imam al-Haramayn, Al-Aqida al-Nizamiyya, (Editor: Muhammad Zahid Kauthari), Matbaat al-Anwar, 1367 H, p. 62

ظاہری اور باطنی اعتبار سے مومن ہو گا۔ لیکن اگر وہ زبان سے اقرار نہیں کرتا تو دل کی معرفت اسے فائدہ نہیں دے گی۔"

اسی طرح کا ایک قول امام ابو حنیفہؒ سے بھی ملتا ہے کہ ایمان کے لیے تصدیق بالقلب کے ساتھ ساتھ اقرار باللسان شرط ہے۔ لیکن محض اقرار ایمان کے لیے کافی نہیں اگر ایسا ہوتا تو تمام منافق مومن ہوتے۔ بالکل اسی طرح معرفت قلب بھی ایمان کے لیے کافی نہیں۔ کیونکہ اگر محض معرفت ہی ایمان ہوتی تو تمام اہل کتاب بھی مومن ہوتے کیونکہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کو اپنی اولاد کی طرح جانتے تھے۔ چونکہ انھوں نے اقرار نہیں کیا لہٰذا ان کا یہ جاننا انھیں فائدہ نہیں دے گا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الإيمان إقرار باللسان، وتصديق بالجنان، والإقرار لا يكون وحده إيمانًا، لأنه لو كان إيمانًا لكان المنافقون كلهم مؤمنين. وكذلك المعرفة وحدها لا تكون إيمانًا، لأنها لو كانت إيمانًا لكان أهل الكتاب كلهم مؤمنين. قال تعالى في حق المنافقين: ﴿واللَّهُ يَشْهَدُ إنَّ المُنافِقِينَ لَكاذِبُونَ﴾ ، وقال تعالى في حق أهل الكتاب: ﴿الَّذِينَ آتَيْناهُمُ الكِتابَ يَعْرِفُونَهُ كَما يَعْرِفُونَ أبْناءَهُمُ﴾"[25]

متکلمین اشاعرہ اور احناف کے نزدیک اعمال ایمان کا حصہ نہیں بلکہ ایمان کی تکمیل کا ذریعہ اور اس کا ثمرہ ہے۔ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ:

"والفقهاء يقولون: إن الأعمال قد تسمى إيمانا مجازا؛ لأن العمل ثمرة الإيمان ومقتضاه؛[26]

"فقہاء کہتے ہیں کہ: اعمال کو مجازاً ایمان کہا گیا ہے، کیونکہ عمل ایمان کا ثمرہ اور مقتضیٰ ہے۔"

کشف الباری میں ہے کہ:

---

[25] ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت، امام، وصیۃ، (محقق: ابو معاذ محمد بن عبد الحي عوينة)، دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۱۷ھ، ص، ۲۹
Abu Hanifa, Nu'man bin Thabit, Imam, Wasaya, (Editor: Abu Muaz Muhammad bin Abdulhay Owaina), Dar Ibn Hazm, Beirut, 1417 H, p. 29

[26] مجموع الفتاوی، ج، ۷، ص، ۱۹۵
Majmoo al-Fatawa, Vol. 7, p. 195

"الایمان هو التصدیق بالقلب و اقرار باللسان شرط لاجراء الاحکام والعمل بالارکان نتیجة التصدیق و ثمرة الایمان"[27]

"ایمان تصدیق قلب کا نام ہے اور اقرار باللسان احکام کے اجراء کے لیے شرط ہے اور عمل تصدیق کا نتیجہ اور ایمان کا ثمرہ ہے۔"

خلاصہ یہ کہ جمہور متکلمین کے نزدیک ایمان اصل میں تصدیق قلبی کا نام ہے۔ جہاں تک اقرار باللسان کا تعلق ہے تو یہ دنیوی احکام کے اجرا کے لیے ہے اس کو ایمان کی تعریف میں وہ اہمیت حاصل نہیں جو تصدیق قلبی کو ہے۔ بعض احناف کے نزدیک ایمان شرعی کے دو رکن ہیں ایک تصدیق قلبی اور دوسرا قول باللسان، لیکن اول رکن یعنی تصدیق قلبی، رکن اصلی ہے جو کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتا جبکہ دوسرا رکن یعنی اقرار باللسان رکن اصلی نہیں بلکہ رکن زائد ہے جو حالت اکراہ وغیرہ میں ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن متاخرین اشاعرہ جن میں امام الحرمین جوینی، شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی کے نزدیک ایمان تصدیق قلبی اور اقرار باللسان کے مجموعے کو کہتے ہیں[28]۔ اور اسی طرح کا قول امام ابو حنیفہؒ سے بھی ملتا ہے۔

حقیقت ایمان کے بارے میں دیگر مذاہب کی تفصیل:

محدثین اور اشاعرہ کے علاوہ دیگر فرق نے جو ایمان کی تعریفات کی ہیں ان کی تفصیل ذیل میں ہے۔

خوارج کے نزدیک ایمان کی حقیقت:

ایمان کی حقیقت کے بارے میں خوارج میں دو مذاہب پائے جاتے ہیں۔

۱۔ ایمان معرفت اور اقرار کا نام ہے۔

۲۔ ایمان اقرار، تصدیق اور عمل کا نام ہے۔

---

[27] کشف الباری، ج،۱، ص،۵۸۱

Kashf al-Bari, Vol. 1, p. 581

[28] توضیح العقائد فی حل شرح العقائد، ص،۴۰۶

Tawdih al-Aqaid fi Hall Sharh al-Aqaid, p. 406

جہاں تک پہلی رائے کا تعلق ہے تو یہ خوارج کے ایک گروہ ''البیھسیہ ''[29] کی رائے ہے۔ عبدالکریم شہرستانی بیہسیہ گروہ کے بانی کے متعلق لکھتے ہیں:

"والإيمان هو أن يعلم كل حق وباطل، وأن الإيمان هو العلم بالقلب دون القول والعمل، ويحكى عنه أنه قال: الإيمان هو الإقرار والعمل وليس هو أحد الأمرين دون الآخر"[30]

البیھسیہ کے نزدیک ایمان یہ ہے کہ آدمی ہر حق اور ہر باطل کو جانے اور ایمان قلب سے جاننے کا نام ہے نہ کہ قول اور عمل سے اس سے یہ بھی مروی ہے کہ ایمان اقرار اور علم کا نام ہے۔ ایمان ان دو باتوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر دوسرے کا نام نہیں۔ یعنی ایمان صرف اقرار نہیں اور نہ ہی صرف علم بلکہ دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔

جبکہ خوارج کے دیگر تمام گروہوں اور عامۃ الخوارج کی رائے دوسری رائے ہے کہ ایمان قول، تصدیق اور عمل کا نام ہے۔ ابن حزمؒ ایمان کی تعریف کے بارے میں خوارج کی رائے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وذهب سائر الفقهاء وأصحاب الحديث والمعتزلة والشيعة وجميع الخوارج إلى أن الإيمان هو المعرفة بالقلب وبالدين والإقرار به باللسان والعمل بالجوارح"[31]

یعنی کہ خوارج کے نزدیک بھی تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کے ساتھ ساتھ اعمال بالجوارح ایمان کا حصہ ہے۔ لیکن اس تعریف سے خوارج اور محدثین کی درمیان مماثلت کا شبہ آتا ہے کہ محدثین بھی تو اعمال کو ایمان کا

---

[29] یہ لوگ ابو بیہس ہاصم بن جابر کے پیرو ہیں۔ اس کا تعلق قبیلہ بنی سعد بن ضبیعہ سے ہے۔ اس نے باندی کی فروخت کے مسئلہ میں اختلاف کی بناپر ابراہیم اور میمون کی تکفیر۔ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور خلافت میں عراق کے گورنر حجاج ثقفی نے اسے تلاش کرنے کی کوشش کی تو یہ مدینہ بھاگ گیا۔ وہاں اسے عثمان بن حیان مزنی نے تلاش کیا اور پکڑ کر قید کر دیا۔ بعد میں ولید بن عبدالملک کے حکم پر اسے قتل کر دیا گیا۔

[30] شہرستانی، محمد بن عبدالکریم، الملل والنحل، مؤسسۃ الحلبی، ج، ا ص، ۱۲۶

Shahrastani, Muhammad bin Abdul Karim, Al-Milal wal-Nihal, Muassasat al-Halabi, Vol. 1, p. 126

[31] ابن حزم، علی بن احمد، اندلسی، الفصل فی الملل ولاھواء والنحل، مکتبۃ الخانجی، قاہرۃ، ج، ۳، ص، ۱۰۶

Ibn Hazm, Ali bin Ahmad, Andalusi, Al-Fasl fi al-Milal wal-Ahwa wal-Nihal, Maktabat al-Khanji, Cairo, Vol. 3, p. 106

رکن قرار دیتے ہیں۔ لیکن محدثین اور خوارج کے درمیان فرق یہ ہے کہ محدثین اعمال کے تارک کی تکفیر نہیں کرتے جبکہ خوارج کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ایمان بسیط ہے یعنی اس کے اجزا نہیں۔ عمل کے نکلنے سے ایمان پورے کا پورا ختم ہو جائے گا۔

ابن حزمؒ خوارج کے اسی نظریے کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

"يقولون بذهاب الإيمان جملة بإضاعة الأعمال"[32]

"خوارج کہتے ہیں کہ اعمال کو چھوڑنے سے جملہ (مکمل) ایمان ختم ہو جاتا ہے۔"

اسی عقیدے کی وجہ سے ہی خوارج نے کبار صحابہ حضرت علیؓ بن ابی طالب اور امیر معاویہؓ اور دیگر کی تکفیر کی۔

معتزلہ کے نزدیک ایمان کی حقیقت:

معتزلہ بھی ایمان شرعی کو اقرار باللسان، تصدیق بالقلب اور عمل بالجوارح، تینوں کا مرکب مانتے ہیں۔ ایمان کی بنیادی تعریف کے لحاظ سے خوارج اور معتزلہ دونوں سلف کی تعریف سے مطابقت رکھتے ہیں۔ لیکن اصل اختلاف معاصی کے ارتکاب پر حکم کا ہے۔

ابن حزم اندلسیؒ معتزلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"أن الإيمان هُوَ المعرفَة بِالقَلْبِ بِالدّينِ والإقْرار بِهِ بِاللِّسانِ والعَمَل بالجوارح وأن كل طاعَة وعمل خير فرضا كانَ أو نافِلَة فَهِيَ إيمان'[33]

"بیشک ایمان دین کی معرفت قلب کا نام ہے اور زبان سے اقرار کرنے اور جوارح سے عمل کرنے ایمان ہے۔ ہر طاعت اور عمل چاہے وہ فرض ہو یا نفل ایمان ہے۔"

ابوالحسن اشعریؒ نے مقالات اسلامیین میں ایمان کے متعلق معتزلہ کی آراء کو چھ گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان کا اختصار درج ذیل ہے۔

---

[32] الفصل فی الملل والاھواء والنحل، ج،۳، ص،۱۰۶

Al-Fasl fi al-Milal wal-Ahwa wal-Nihal, Vol. 3, p. 106

[33] ایضاً

۱۔ بعض کی رائے ہے کہ ایمان تمام اقسام کی طاعتوں سے تعبیر ہے اور اس میں فرائض و نوافل سب شامل ہیں۔ گناہ صغائر اور کبائر ہر دو طرح کے ہیں اور ان کی مزید تفصیل ہے۔

۲۔ دوسری رائے ہشام الفوطی کی ہے کہ ایمان کا اطلاق تمام نظام طاعات پر ہوتا ہے اور اس میں فرائض و نوافل سبھی شامل ہیں۔ ان کے نزدیک ایمان کے دو اطلاق ہیں۔ ایمان باللہ اور ایمان للہ۔ ایمان باللہ کا ترک کفر جبکہ ایمان للہ میں ایسے مسائل شامل ہیں جن کا ترک کفر نہیں ہے جیسے ترک صلاۃ، ترک زکوٰۃ وغیرہ۔

۳۔ تیسرا قول عباد بن سلیمان کا ہے جس کے نزدیک وہ تمام افعال کفر ٹھہریں گے جو جہل باللہ پر مبنی ہوں۔

۴۔ ابراہیم نظام کی رائے ہے کہ ایمان کبائر سے مجتنب رہنے کا نام ہے اور کبائر میں وہ سب شامل ہیں جن کے بارے وعید آئی ہے اور عند اللہ ایسے افعال بھی کبیرہ ہو سکتے ہیں جن کے بارے وعید نہیں موجود۔

۵۔ بعض کی رائے ہے کہ ایمان کا اطلاق صرف ان چیزوں کے اجتناب پر ہوتا ہے جو کبائر ہیں باقی کبائر کے اجتناب سے لغزشیں خود بخود معاف ہو جاتی ہیں۔

۶۔ محمد بن عبد الوہاب واجبائی کے مطابق سب فرض باتیں ایمان میں شامل ہیں۔ نوافل ایمان میں شامل نہیں۔[34]

اکثر معتزلہ کے نزدیک ایمان اقرار باللسان، تصدیق بالقب اور عمل کا نام ہے۔ معتزلہ کے نزدیک اعمال کی ایمان میں بہت ہی اہم اور ناگزیر حیثیت ہے۔ حتیٰ کہ بعض معتزلہ کے نزدیک جس طرح فرائض کا تارک اور کبائر کا مرتکب ایمان سے خارج ہوتا ہے اس طرح مستحبات کا تارک اور مکروہات کا مرتکب بھی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یعنی مستحبات کو فرائض کے قریب قریب درجہ دیتے ہیں۔

ایمان کی حقیقت میں معتزلہ اور خوارج کے درمیان جو بنیادی فرق ہے وہ یہ ہے کہ خوارج کے نزدیک ارتکاب کبائر سے بندہ ایمان سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے جبکہ معتزلہ کے نزدیک ارتکاب کبیرہ سے

---

[34] اشعری، علی بن اسماعیل، ابو الحسن، مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین، دار فنایز شتایز، المانیا، ۱۴۰۰ھ، ص، ۲۶۷
Ash'ari, Ali bin Ismail, Abu al-Hasan, Maqalat al-Islamiyyin wa Ikhtilaf al-Musallin, Dar Funayz Shustayz, Germany, 1400 H, p. 267

ایمان سے تو خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ فاسق ہوتا ہے اور یہ فسق ان کے نزدیک منزلۃ بین المنزلتین ہے۔ ابو الحسن اشعریؒ لکھتے ہیں:

"الفاسق ليس بمؤمن ولا كافر وتسميه *منزلة بين المنزلتين* وتقول: في الفاسق إيمان لا نسميه به مؤمنًا وفي اليهودي إيمان لا نسميه به مؤمنًا"[35]

"فاسق نہ مومن ہے اور نہ ہی کافر بلکہ منزلۃ بین المنزلتین (یعنی مومن اور کافر کے بین بین ان کا درجہ ہے)۔ ان کا کہنا تھا کہ بلاشبہ فاسق میں ایمان کی کچھ رمق باقی رہتی ہے مگر ہم اس کو مومن نہیں کہہ سکتے جس طرح یہودی میں ایمان کا کچھ نہ کچھ جز ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اس پر لفظ مومن کا اطلاق نہیں ہوتا۔"

گویا وہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک مرتبہ کے قائل ہیں مگر ان کا یہ نظریہ ہے کہ جس طرح کافر مخلد فی النار ہوتا ہے اس طرح وہ اس منزلۃ بین المنزلتین والے کو مخلد فی النار تصور کرتے ہیں۔ گویا خوارج اور معتزلہ کے درمیان اختلاف صرف لفظی ہوا انجام کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ وہ بھی ارتکاب کبیرہ والے کو مخلد فی النار کہتے ہیں اور یہ معتزلہ بھی۔ حتیٰ کہ بعض معتزلہ کے نزدیک جس طرح فرائض کا تارک اور کبائر کا مرتکب ایمان سے خارج ہوتا ہے اس طرح مستحبات کا تارک اور مکروہات کا مرتکب بھی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یعنی مستحبات کو فرائض کے قریب قریب درجہ دیتے ہیں۔[36]

مرجئیہ کے نزدیک ایمان کی حقیقت:

مرجئہ لفظ "ارجاء" سے ہے۔ ارجاء کے دو معانی ہے۔ ایک معنیٰ تاخیر کرنا ہے۔ جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

---

[35] مقالات الاسلامیین، ص، ۲۷۰

Maqalat al-Islamiyyin, p. 270

[36] کشف الباری، ج، ۱، ص، ۵۷۸

Kashf al-Bari, Vol. 1, p. 578

"قَالُوا أَرْجِهِ وَأَخَاهُ"[37]

"(فرعون کے درباریوں نے) کہا کہ: موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملے کو موخر کر دو۔"

یہاں' ارجہ' کا معنی ہے موخر کرنا، مہلت دینا وغیرہ۔ کیونکہ مرجئہ عمل کو نیت اور عقد سے موخر کرتے تھے لہٰذا اس لیے ان کا یہ نام پڑ گیا۔

ارجاء کا دوسرا معنی "امید دلانا" ہے، تو اس اعتبار سے مرجئہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بغیر کسی عمل کے جنت کی امید رکھتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مرتکب کبیرہ کے معاملے کو قیامت تک کے لیے مؤخر کر دینا بھی بعض کا مذہب تھا اس لیے انھیں مرجئہ کہا گیا۔[38]

ابو الحسن اشعریؒ نے مقالات اسلامیین میں ایمان کی تعریف کے اعتبار سے مرجئہ کو بارہ گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں سے بعض کا یہ ماننا ہے کہ ایمان کے معنی صرف اللہ کو پہچاننے کے ہیں۔ معرفت کے سوا باقی چیزیں یعنی اقرار باللسان، خضوع قلب، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و توقیر اور دیگر حسی اعمال کا تعلق دائرہ ایمان میں داخل نہیں۔ بعض کے نزدیک اصل عبادت بھی اللہ کی معرفت ہی ہے۔ لیکن باقی مرجئہ کے نزدیک معرفت قلبی کے ساتھ ساتھ اقرار باللسان بھی ایمان کی تعریف میں شامل ہے۔ یہ سب اس بات کے منکر ہیں کہ کفار میں بھی ایمان پایا جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ایمان میں کمی بیشی یا تبعیض ایمان (حصص میں) تقسیم کرنا ممکن نہیں۔ تمام مرجئہ اس بات پر متفق ہیں کہ اہل صلوٰۃ جو اللہ کو پہچاننے والے ہیں اور پیغمبروں کو تسلیم کرتے ہیں اگر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں تو اس کے باوجود وہ حقیقی طور پر مومن ہی رہیں گے۔[39]

امام آجریؒ اپنی کتاب الشریعۃ میں لکھتے ہیں کہ مرجئہ کا یہ قول ہے:

---

[37] الشعراء:۳۶

Al-Shu'ara: 36

[38] الملل والنحل شہرستانی، ص،۲۰۷

Al-Milal wal-Nihal Shahrastani, p. 207

[39] مقالات اسلامیین: ج،۱، ص،۱۴۹ (اردو)

Maqalat Islamiyyin, Vol. 1, p. 149 (Urdu)

"مَن قالَ لا إلَهَ إلّا اللَّهُ: لَمْ تَضُرُّهُ الكَبائِرُ أنْ يَعْمَلَها، ولا الفَواحِشُ أنْ يَرْتَكِبَها، وأنَّ عِنْدَهُ أنَّ البارَّ التَّقِيَّ الَّذِي لا يُباشِرُ مِن ذَلِكَ شَيْئًا، والفاجِرَ يَكُونانِ سَواءً"[40]

یعنی مرجئہ کے نزدیک ہر وہ شخص جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہے اسے نہ تو کوئی کبیرہ گناہ کوئی نقصان پہنچائے گے اور نہ ہی فواحش کا ارتکاب۔ ان کے نزدیک گناہوں سے بچنے والا ایک متقی شخص اور ان گناہوں کا مرتکب، دونوں (ایمان کے لحاظ) سے برابر ہیں۔

مرجئہ کے نزدیک ایمان کے لیے عمل کی کوئی حاجت نہیں ایمان کے لیے صرف تصدیق قلبی کافی ہے یہی تصدیق نجات کے لیے کافی ہے۔ جس طرح کفر کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی بعینہ ایمان کے ساتھ کوئی بھی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ یعنی جس طرح ایمان کے بغیر کوئی جنت میں نہیں جا سکتا خواہ اس نے کتنے ہی اچھے کام کیے ہوں اور وہ اخلاق و شرافت کا مجسمہ ہی کیوں نہ ہو، جب ایمان نہیں ہے تو وہ قطعاً جنت میں نہیں جائے گا اور مخلد فی النار ہو گا ۔یہ اور بات ہے کہ بد کردار اور بد عمل کافر کے مقابلے میں اس کا عذاب کم ہو گا لیکن خلود فی النار اس کے لیے بھی واجب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسی طریقے سے اگر کسی شخص کے اندر تصدیق بالقلب موجود ہے تو اس کے گناہ خواہ کتنے ہی ہوں وہ دوزخ میں ہر گز نہیں جائے گا، جیسے ایمان کے بغیر کوئی آدمی ہر گز جنت میں نہیں جائے گا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

"ان کے نزدیک تصدیق بالقلب کے بعد جنت کا دخول تو ضروری ہے لیکن اعمال کے تفاوت کے اعتبار سے ان کے نزدیک بھی جنت کے مراتب میں تفاوت ہو گا۔ اس لیے کہ باوجود کتب سماویہ اور انبیاء کرام کی تعلیمات میں عمل کے بارے میں اہتمام کے اس کا مطلقاً کسی بھی درجہ میں اثر نہ ہونا عقل میں آنے والی بات نہیں۔"[41]

---

[40] الآجری، محمد بن حسین، ابو بکر، الشریعۃ، (محقق: عبد اللہ بن عمر الدمیجی)، دار الوطن، الریاض، ۱۴۲۰ھ، ج، ۲، ص، ۶۸۸
Al-Ajuri, Muhammad bin Hussain, Abu Bakr, Al-Shariah, (Editor: Abdullah bin Umar al-Damiji), Dar al-Watan, Riyadh, 1420 H, Vol. 2, p. 688

[41] کشف الباری، ج، ۱، ص، ۵۷۸

مختصر یہ کہ مرجئہ اس قاعدے پر ہیں:

"لا تضر مَعَ الإيمان مَعْصِيّة، كَما لا تَنْفَع مَعَ الكفْر طاعَة"[42]

"ایمان کے ساتھ معصیت نقصان نہیں دیتی جس طرح کفر کے ساتھ طاعت کا فائدہ نہیں۔"

جہمیہ کے نزدیک ایمان کی تعریف:

جہمیہ[43] کے نزدیک ایمان مجرد تصدیق قلبی کا نام ہے۔ یعنی ایمان کے لیے نہ تو اقرار کی ضرورت ہے اور نہ ہی عمل صالح کی بلکہ دل سے تصدیق کرنا ہی کامل ایمان ہے۔ ابوالحسن اشعریؒ نے مقالات اسلامیین میں انھیں مرجئہ کے ہی ایک فرقے کے طور پر شمار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"جہمیہ کے نزدیک ایمان کے معنی صرف اللہ کو پہچاننے کے ہیں۔ معرفت کے سوا باقی چیزیں یعنی اقرار باللسان، خضوع قلب، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و توقیر اور دیگر حسی اعمال کا تعلق دائرہ ایمان میں داخل نہیں۔ کفر کے بارے میں جہم بن صفوان کا خیال ہے کہ وہ جہل باللہ (اللہ کو نہ جاننے) کا نام ہے۔"[44]

عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں ان کا شمار جبریہ میں کیا ہے۔ وہ ایمان کے متعلق جہمیہ کے اقوال ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

Kashf al-Bari, Vol. 1, p. 578

[42] عینی، محمود بن احمد، بدرالدین، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج، ا، ص، ۲۷۵

Aini, Mahmood bin Ahmad, Badr al-Din, Umdat al-Qari Sharh Sahih al-Bukhari, Dar Ihya al-Turath al-Arabi, Beirut, Vol. 1, p. 275

[43] یہ لوگ جہم بن صفوان کے پیروکار ہیں۔ ترمذ کے شہر میں ان کا ظہور ہوا اس لیے انھیں جہم ترمذی بھی کہا جاتا ہے۔ بنو امیہ کے آخری دور حکومت میں سلم بن احوز مازنی نے مرو کے مقام پر قتل کیا۔ (الملل والنحل از شہرستانی، ص، ۱۳۴)

(Al-Milal wal-Nihal, Shahrastani, p. 134)

[44] ابوالحسن اشعری، مقالات اسلامیین، ص، ۱۴۱

Abu al-Hasan Ash'ari, Maqalat al-Islamiyeen, p. 141

"من أتى بالمعرفة ثم جحد بلسانه لم يكفر بجحده، لأن العلم والمعرفة لا يزولان بالجحد، فهو مؤمن. قال: والإيمان لا يتبعض أي لا ينقسم إلى: عقد، وقول، وعمل. قال: ولا يتفاضل أهله فيه، فإيمان الأنبياء، وإيمان الأمة على نمط واحد"[45]

جہمیہ نے ایمان کے بارے میں اس قدر غلو کیا کہ ان کا یہ قول ہے کہ جس شخص کو اللہ کی معرفت حاصل ہو گئی پھر اس نے اپنی زبان سے اس کا انکار کر دیا تو اس انکار کی بنا پر وہ کافر نہیں ہو گا۔ کیونکہ علم اور معرفت انکار کی بنا پر زائل نہیں ہوتی۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ ایمان کے اجزا نہیں ہوتے۔ یعنی اسے عقد قول اور عمل میں بانٹا نہیں جا سکتا۔ اور یہ بھی کہا کہ ایمان والے ایک دوسرے سے افضل نہیں ہو سکتے انبیاء کا ایمان اور امت کا ایمان ایک ہی سطح اور نہج پر ہوتا ہے۔

کرامیہ کے نزدیک ایمان کی تعریف:

کرامیہ[46] کے نزدیک ایمان فقط اقرار باللسان کا نام ہے۔ تصدیق بالقب اور عمل بالجوارح کی ایمان میں کوئی حیثیت نہیں۔ امام ابن تیمیہؒ کرامیہ کے ایمان کے قول کے متعلق لکھتے ہیں:

"وأما الكرامية، فلهم في الإيمان قول ما سبقهم إليه أحد، قالوا: هو الإقرار باللسان، وإن لم يعتقد بقلبه"[47]

کرامیہ کے ایمان کے بارے میں جو اقوال ہیں ان میں سب سے مشہور بات یہی ہے کہ ایمان فقط زبانی اقرار کا نام ہے چاہے دل میں ویسا اعتقاد نہ ہی ہو۔ لیکن اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کرامیہ کے نزدیک بھی اقرار باللسان فقط

---

[45] الملل والنحل، ج،ا، ص،۸۸ (عربی، الحلبی)

Al-Milal wal-Nihal, Muassasat al-Halabi, Vol. 1, p. 88

[46] یہ لوگ ابو عبداللہ محمد بن کرام کے پیروکار ہیں۔ یہ اللہ کے لیے صفات کا اثبات کرتے ہیں مگر اس ضمن میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ تجسیم و تشبیہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ (الملل والنحل، ج،ا، ص،۱۶۴)

(Al-Milal wal-Nihal, Vol. 1, p. 164)

[47] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، النبوات، (محقق: عبد العزیز بن صالح الطویان)، مکتبہ اضواء السلف، الریاض، ۱۴۲۰ھ، ج،ا، ص،۵۸۲

Ibn Taymiyyah, Ahmad bin Abdul Haleem, Al-Nubuwwat, (Editor: Abdul Aziz bin Saleh al-Tuwayjan), Maktabat Adwa al-Salaf, Riyadh, 1420 H, Vol. 1, p. 582

دنیوی احکام کے اجرا کے لیے ہے لیکن جہاں تک نجات اخروی کا تعلق ہے تو وہ بھی اس کے لیے تصدیق قلبی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی منافق صرف دنیوی اعتبار سے ہی مومن ہو گا رہا اس کا آخرت کا معاملہ تو وہ مخلد فی النار ہی ہو گا۔

"والكرامية قولهم في الإيمان قول منكر، لم يسبقهم إليه أحد، حيث جعلوا الإيمان: قول اللسان، وإن كان مع عدم تصديق القلب، فيجعلون المنافق مؤمنا، لكنه يخلد في النار، فخالفوا الجماعة في الاسم دون الحكم"[48]

یہی بات علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ کرامیہ کے مذہب کی جب تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ ان کے یہاں ایمان اقرار باللسان احکام دینویہ کے اعتبار سے ہے، اسلام کے دنیوی احکام اس وقت تک جاری نہیں ہوں گے جب تک آدمی زبان سے اقرار نہ کر لے، لیکن جہاں تک نجات اخروی کا تعلق ہے تو وہ بھی اس کے لیے تصدیق بالقلب کو ضروری سمجھتے ہیں۔[49]

خلاصہ بحث:

ایمان کی شرعی تعریف درحقیقت ارکان ایمان پر مشتمل ہے اور یہ محدثین اور متکلمین کے درمیان ایک مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے۔ محدثین کے نزدیک ایمان کے تین جزو اقرار باللسان، تصدیق بالقلب اور عمل بالجوارح ہیں۔ جبکہ متکلمین احناف کے نزدیک ایمان تصدیق کا نام ہے اور اقرار احکام شرعی کے اجرا کے لیے ہے۔ حنفیہ اور متکلمین کے نزدیک ایمان بسیط یعنی اس کے اجزا نہیں بلکہ تصدیق قلبی کا نام ہے۔ بعض احناف کے نزدیک ایمان شرعی کے دو رکن ہیں ایک تصدیق قلبی اور دوسرا قول باللسان، لیکن اول رکن یعنی تصدیق قلبی، رکن اصلی ہے جو کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتا جبکہ دوسرا رکن یعنی اقرار باللسان رکن اصلی نہیں بلکہ رکن زائد ہے جو حالت اکراہ وغیرہ میں

---

[48] ابن تیمیہ، التدمریۃ، (محقق: محمد بن عودۃ)، مکتبۃ العبیکان، الریاض، ۱۴۲۱ھ، ص، ۱۹۳

Ibn Taymiyyah, Al-Tadmuriyya, (Editor: Muhammad bin Audah), Maktabat Al-Abikan, Riyadh, 1421 H, p. 193

[49] کشف الباری، ج، ۱، ص، ۵۷۷

Kashf al-Bari, Vol. 1, p. 577

ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن متاخرین اشاعرہ جن میں امام الحرمین جوینی، شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی کے نزدیک ایمان تصدیق قلبی اور اقرار باللسان کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ خوارج اور معتزلہ کے نزدیک بھی تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کے ساتھ ساتھ اعمال بالجوارح ایمان کا حصہ ہے۔ ایمان کی بنیادی تعریف کے لحاظ سے خوارج اور معتزلہ دونوں سلف کی تعریف سے مطابقت رکھتے ہیں۔ لیکن اصل اختلاف معاصی کے ارتکاب پر حکم کا ہے۔ ایمان کی حقیقت میں معتزلہ اور خوارج کے درمیان جو بنیادی فرق ہے وہ یہ ہے کہ خوارج کے نزدیک ارتکاب کبائر سے بندہ ایمان سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے جبکہ معتزلہ کے نزدیک ارتکاب کبیرہ سے ایمان سے تو خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ فاسق ہوتا ہے اور یہ فسق ان کے نزدیک منزلۃ بین المنزلتین ہے۔ مرجئہ کے نزدیک ایمان کے لیے عمل کی کوئی حاجت نہیں ایمان کے لیے صرف تصدیق قلبی کافی ہے یہی تصدیق نجات کے لیے کافی ہے۔ جس طرح کفر کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی بعینہ ایمان کے ساتھ کوئی بھی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ جہمیہ نے ایمان کے بارے میں اس قدر غلو کیا کہ ان کا یہ قول ہے کہ جس شخص کو اللہ کی معرفت حاصل ہو گئی پھر اس نے اپنی زبان سے اس کا انکار کر دیا تو اس انکار کی بنا پر وہ کافر نہیں ہو گا۔ کرامیہ کے ہاں ایمان اقرار باللسان، احکام دینویہ کے اعتبار سے ہے۔ لیکن جہاں تک نجات اخروی کا تعلق ہے تو وہ بھی اس کے لیے تصدیق بالقلب کو ضروری سمجھتے ہیں۔ ایمان کی جو مختلف تعریفات کی گئی ہیں ان سے ایمان کے تین اجزاء تصدیق، اقرار اور عمل کا تعین ہوتا ہے لیکن ان کی شرعی حیثیت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔